

صہیونی تو سیعی عزائم اور مغربی طاقتوں کا کردار

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

ابوالحسن احمد

*ڈاکٹر محمد امین

ABSTRACT

It is a critical study of Western Civilization's interest in the Pax Judaica using the Biblical Eschatology. The Protestant Europe had keen interest in the Holy Land during the crusade wars. In the colonial period Palestine was handed over to the Zionists. Now Israel is a well-established regional power due to the continuous support of USA. The Zionist determinations of expansions lead Israel to become a ruling state of the world having the capital of Jerusalem. Comparing it to the teachings of Islam it will be the New World Order of the False Messiah at the end of times.

Keywords: صہیونی، واشنگٹن، اسرائیل، مغربی تہذیب، صلیبی، برطانوی، الٹ انگ

ارض مقدس میں صہیونی غاصبانہ قبضے کے بعد سے مشرق و سطی امن کا گھوارہ نہیں بن یا یا۔ نام نہاد اسرائیلی ریاست انبیائے کرام علیہم السلام کی سر زمین کو اینے ظلم و ستم سے مسلسل رومند رہی ہے جس کے تو سیعی عزم تھنے کا نام نہیں لے رہے۔ یروشلم میں یہلے سے خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کی جا رہی ہے تو وہاں موجود خدائے ابراہیم علیہ السلام کے معبد کی جگہ نیا معبد بنانے کی کیا ضرورت ہے

* پی ائچ۔ڈی سکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور

** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

درآں حالیکہ لا دین و روشن خیال عالمگیریت نے دنیا کو مہذب بنادیا ہے جس میں عقیدے کی لڑائی کو اساطیر الاولین کہہ کر امتحاء پسندی اور دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسرائیلی ملکہ آثار قدیمہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لیے اصحاب السبت کی طرح سرگمیں کھو دکر جو حیله سازی کر رہا ہے اس کے پیچھے بین الملل سیاسی عزم ہیں کیونکہ اقصیٰ اور بابری مساجد گرائے بغیر گریٹر اسرائیل اور مہابھارت بنانا ممکن نہیں۔ امت مسلمہ کے خلاف موحد یہود اور مشرک ہنود کا گلط جوڑ عجیب نہیں۔ قرآن کریم کی تعبیہ کے مطابق نبی اکرم ﷺ سے بعض نے انہیں سیکھا کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب طبقہ سب کچھ فراموش کر کے ایک حقیقت کے طور پر اسرائیل کو تسلیم کیے جانے حق میں بیثاق مدینہ جیسے دلائل مسلسل دے رہا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ غزوہ خندق و خیر کے اسباب کو فراموش کر دیتا ہے۔

دوستی دشمنی رکھتے ہوئے بھی اقوام عالم باہم سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں۔ لیکن مسئلہ فلسطین، بوسنیا، میانمار، مشرقی یوریا کشمیر سے منفرد مسئلہ ہے کیونکہ یہاں صرف مسلمانوں کا عرصہ حیات نگ کرنا یا انہیں مکحوم بنانا مقصود نہ تھا بلکہ دنیا بھر سے یہودیوں کو یہاں آباد کرنے کے لیے فلسطین کو صدیوں سے بے آباد قرار دیا گیا۔

مغربی تہذیب اور صہیونی تحریک کی ہم آہنگی

مسيحيوں کی مسلمانوں سے محبت اور نرم دلی میں مغربی تہذیب رکاوٹ ہے جس نے نصاریٰ کے ایک بڑے طبقے سے میسیحیت چھین لی ہے جس کے ملی اتباع کے بغیر مسلمان اس کی خوشنودی نہیں پاسکتے۔ قیام اسرائیل کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی گئی کہ مغرب میں یہود سے بدتر معاشرتی سلوک ہوتا ہا ہے۔ انہیں مسیح کے قاتل کے طور پر یورپ کے دور ظلمت اور دور تنوری میں غیطو (Ghettos) میں محصور کیا گیا اور نازیوں کی طرح کئی مت指控 گروہوں کے ہاتھوں ان کی گیس چیبری میں یادگیر طریقوں سے نسل کشی کی گئی۔ ظلم قلیل ہو یا کثیر، اس کے بد لے میں کسی بے بس قوم کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لیگ آف نیشنز کے برطانوی انتداب سے فائدہ اٹھا کر یہود عازم ارض مقدس ہوئے تو اپنی اس بھرت کو ایلیاه کا نام دیا۔ اسرائیلی آباد کاری نے فلسطینیوں سے ان کی آبائی زمین ہٹھیا لی اور اب وہ اسرائیل میں اقلیت بن کر رہ رہے ہیں۔ عرب ممالک میں ان کی حیثیت دوسرے درجے کے شہری کی ہے۔ اسی لیے ایک دنیا میں بکھری قوم کی اپنے آباء و اجداد کی سر زمین کو واپسی نے دوسری قوم کو دنیا کے طول و عرض میں بکھیر دیا ہے۔

یہودی بستیوں کی مسلسل تعمیر سے آبادی کا توازن خراب ہونا شروع ہوا۔ اسرائیل میں ابتدائی حکمران لیبر پارٹی کی روئی نژاد معاشرت نے بکثرت اشتراکی بستیوں (Kibbutz) کا روپ دھار لیا تھا۔ پھر لیکوڈ پارٹی کی سوچ پروان چڑھی تو غیر یہود (Goyim) سے نفرت نے (Mazaraki) بستیاں تشكیل دیں۔ جب اسرائیل کی ابتدائی سرحدیں بنائی گئیں تو طے پایا کہ فلسطینی آبادیوں کی بجائے سڑک پر اسرائیلی قانون کا اطلاق ہو گا۔ 1967ء میں مقبوضہ آبادیوں کے محاصرے کی غرض سے شاہراہوں کا جال بچھا دیا گیا۔ دلیر صہیونی رضاکاروں نے مقبوضہ علاقوں کی سڑکوں اور انٹر چینجز پر (Gush Etzion) جیسے آبادی کے بلاک بنائے جو اب اسرائیلی تزویر اتی قلعے ہیں۔

مشرقی یہود (Sephardic) صدیوں سے مسلم معاشروں میں رواداری سے رہ رہے تھے۔ صہیونی مظالم کے نتیجے میں ان کے لیے اب عرب ممالک میں خوشنگوار سماجی تعلقات کی حفاظت نہ تھی۔ جدید حکومتوں میں معاشری اثر اندازی اور اسرائیل کے مخدوش حالات میں موت کے ڈر سے بیرون اسرائیل مقیم یہودی (Diaspora) چاہتے ہوئے بھی اپنی خوابوں کی سرزی میں کارخ نہیں کر رہے۔ مغربی تہذیب کی یک چشم ریشہ دونیاں علمائے اسلام کی بصیرت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی ہیں جیسے مولانا سید بدرا عالم بتاتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہودی مملکت کے قیام اور ان کی متفرق طاقتوں کے ایک مرکز پر جمع ہونے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور مقدر ہے اور اگر اسے دجالی فتنے کا مقدمہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا¹۔ اسی طرح ولندیزی نژاد دانشور Hajo Gamier یہودی صفوں میں صہیونیت مخالف منفرد آواز ہے جس کے مطابق انسانیت کے ناطے اخلاقی فرض ہے کہ ظالم نہ بنا جائے۔ تلخ ذاتی تجربے میں ہولوکاست کی کسک، فلسطینیوں کی اپنی سرزی میں پر حالت دیکھ کر، انہیں چپ نہیں بیٹھنے دیتی۔ وہ اسرائیلی اور جرمی نازیوں کی پالیسیوں پر تنقیدی و تقابلی نظر ڈالتے ہیں۔ نیز عصری اسرائیلی معاشرے کی وجہ سے وہ یہودیت کے اختنام کا روناروٹے ہیں⁽²⁾۔

¹- مهاجر مدنی، سید بدرا عالم، دجالی فتنہ کی تفصیلات حدیث کی روشنی میں، اسلامی کتب خانہ، لاہور، سان، ص 226

² Meyer, Hajo G. The End of Judaism, Create Space Independent Publishing Platform, USA, 2013, p:217

نشانہ ثانیہ کے متلاشی ایشنازی یہود⁽¹⁾ نے عالمی طاقت بننے کا سپنا دیکھا تھا جن کے رہنمای چیزوں دور ہر زل نے صہیونی عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔ حالات و اقدامات بتاتے ہیں کہ عالمی جنگوں کی فاتح صہیونی تحریک ہے جس نے فریق جنگ بنے بغیر مال غنیمت سمیٹا ہے۔ اپنے خوابوں کی عملی صورت گری کے لیے صہیونی دانابرگوں نے سر جوڑ لیے جن سے منسوب پروٹوکول نامی دستاویزان کے منصوبے آشکار کرتی ہے جسے اپنانے سے انکار کے باوجود نتائج تلتاتے ہیں کہ کچھ تو ہے جس کی پرداداری ہے:

”ممکن ہے کچھ عرصے تک دنیا کی غیر یہودی اقوام کا اتحاد ہمارے خلاف کامیاب رہے لیکن ہمیں اس خطرے سے ان کے وہ بہمی اختلافات محفوظ رکھ سکتے ہیں جو اس قدر گہری جڑیں رکھتے ہیں کہ جنہیں پاٹنا ممکن نہیں۔ ہم نے غیر یہودی شخصیتوں اور اقوام کو آپس میں لڑا دیا ہے اور ان میں نسلی و مذہبی منافرتوں انتہا کو پہنچا دی ہے، جس کی ہم گذشتہ میں صدیوں سے آبادی کرتے رہے ہیں۔“⁽²⁾

مغربی تہذیب کی صہیونی پشتیانی اب سمجھ میں آتی ہے۔ وہ اپنے غروب آفتاب کو اختتام تاریخ کا نام دیتی ہے اور یروشلم پر یہود کا قبضہ کر کے وہ مستقبل کے سہانے سپنے جاتی آنکھوں دیکھنا چاہتی ہے گویا کہ وہ یہود کو یاد ماضی کرنا اپنے لیے نوید سحر سمجھتی ہے۔ اشاعت اسلام کی راہ و کناعصر حاضر میں مغربی تہذیب کا ایک اہم ہدف ہے۔ جس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔ اس کے ایک ترجمان کے بقول امیگر یشن اور آبادی میں اضافے

¹- ایشنازی یہود، سامی نژاد بنو اسرائیل کی بجائے مغربی یورپ کے باشندوں کی طرح بنویافت ہیں۔ باسلی نسب نامے کے مطابق ماجون بن یافث اور ایشناز بن جبر بن یافث چچا بھتیجا ہیں (پیدائش: 10:2، تاریخ، 1:5، نیز 7:5)۔ بابل کی اسیری کے دور میں حضرت حمزی ایل[ؑ] نے بحکم الہی ماجون نژاد فرماز و اجون کو تنبیہ فرمائی تھی جس کے لشکر میں بوجر شامل تھے (حزقی ایل: 38:6)۔ اسی لیے ایشنازی یہود کے پہلے ایلیاہ نے جب بحیرہ طبریہ عبور کیا تو علامہ اقبال نے سورۃ الانبیاء کی آیات نمبر 95، 96 کو ملا کر تو سیمی تفسیر کرنے کی تاکید کی تھی (بانگ درا، ص 23)۔ مسلسل پانی لے کر اسرائیل کا آبی و سائل کا ملکہ بحیرہ طبریہ کو خشک کرتا چلا جا رہا ہے۔ احادیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ یاجون ماجون کا لشکر دجال کے قتل کے بعد حملہ آور ہو گا لیکن اس کا ہر اول دستہ بحیرہ طبریہ کو خشک کر دے گا اور دجال کے خروج سے پہلے کی ایک علامت طبریہ کا خشک ہو جانا ہے یوں مذکورہ دستہ خروج دجال سے قبل ہے۔ واللہ اعلم! علامہ اقبال کا شعر ہے:

کھل گئے ہیں یاجون ماجون کے لشکر نام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلوں

²- مارسٹن، وکٹر ای، پروٹوکول، ترجمہ ابن حسن، مسلم و رلڈ ڈیٹا پر اسینگ پاکستان، 2002ء، ص 50

کی زیادہ شرح کی وجہ سے یورپ تیزی سے مسلم وجود میں بدل رہا ہے۔ چند عشروں میں پانچ کروڑ مسلمان براعظم یورپ کو مسیحی سے مسلم میں بدل دیں گے جن کا انسانی حقوق کاریکارڈ اتھر ہے اور شرعی قوانین کے چہرے والا یورپ یہودیوں اور مسیحیوں کے لیے مہمان نواز نہ ہو گا۔ معمر قدازی کی پیشگوئی کہ بغیر تواریخ بندوق سے فتح کے، اللہ اپنی نشانیوں سے اسلام کو یورپ میں کامیابی دے رہا ہے لہذا ہمیں دہشت گرد اور خونزیز بمبار نہیں چاہئیں، سچ ثابت ہو رہی ہے⁽¹⁾۔

نوآبادیاتی دور میں صلیبی فکر کا تسلسل

یورپ کی علمی ترقی اور اس کی تہذیب کے ارتقاء میں مسلمان اور یہودی مفکرین نے اہم کردار ادا کیا ہے لیکن ترقی یافتہ مغربی تہذیب کی سوچ صلیبی امنگوں سے آراستہ ہے جس کے برپا کردہ نوآبادیاتی دور کی بڑی طاقت برطانیہ نے اپنے مفادات کی خاطر اعلان بالغور کی مفاد پرستانہ پالیسی سے یہود مسلم تعلقات پر اثر اندازی کی طرح ڈالی۔ مغرب کی سر بلندی کا عزم لیے شارلیمان² کے جانشینوں نے جب صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا تو مسح علیہ اسلام کے قاتل نظر انداز نہ کیے گئے۔ صلیبیوں کے یروشلم پہنچنے اور قبضے کے دوران یہود و مسلم کا قتل عام کیا گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتح القدس اور پھر رچرڈ شیر دل سے 1192ء میں صلح سے امن کی امید ابھری لیکن 1492ء میں سقوط غرناطہ ہوا تو جلاوطنی نہ کرنے والے یہودیوں اور مسلمانوں کو تبدیلی دین کے باوجود بالتر تیب Marranos اور Moriscos کے امتیازی القابات سن سن کے مسیحی سپین میں رہنا پڑا۔

عالمی طاقتوں کی حکمت عملی میں عدل کی بجائے مفاد کی اہمیت ہے۔ General Edmund Allenby نے 1917ء میں عثمانی ترکوں کے سرخ پلاٹ پر چم کو سرگوں کرتے ہوئے عربوں کی تالیوں کی گونج میں نیلگوں صلیبی برطانوی پر چم اہر ایتواس نے آخری صلیبی جنگ کا نعرہ لگایا تھا جو سچ ثابت ہوا کیونکہ فلسطینی ایک

¹- Will Israel Survive the End Times? Associated Bible Students, Oakland, 2012, p:6

²- شارلیمان (Charlemagne) یا چارلس اول مغرب کے دورِ ظلمت کا پہلا شہنشاہ ہے جس نے مغربی یورپ کو متعدد کر کے پہلی بار عملی طور پر یورپی یونین بنائی اور خلیفہ بارون الرشید سے سفارتی تعلقات قائم کیے۔ قحطانیہ کی بازنطینی ایمپری، مشرقی آر تھوڑو کس کی سیاسی طاقت تھی جس نے ارض مقدس کی بازیابی کے لیے وہ تند ہی نہ دکھائی جو کیتوںک مغربی یورپ کے حصے میں آئی جن میں سے پروٹستنٹ جلوہ گر ہوئے۔ مؤخر الذکر دونوں مسیحی مذاہب کی پاکرde تہذیب مغربی تہذیب کہلاتی ہے جب کہ اشتراکیت سے تائب روں مشرقی آر تھوڑو کس کی تہذیب کی مرکزی ریاست ہے۔

صدی سے صلیبی کی بجائے داؤدی ستارے کے علم برداروں سے بر سر پیکار ہیں۔ یک قطبی نظام میں نائن الیون کے واقعے نے امریکی صدر جارج بش کے منہ سے بھی صلیبی جنگ کی نئی کڑی کی بات منہ سے نکلوادی تھی۔ اسما عیل راجی الفاروقی بجا کہتے ہیں کہ مسلم دنیا جدید نوآبادیاتی نظام اور صلیبی جنگوں کے مسائل کا سنگم بن گئی ہے۔ بلاشبہ اسرائیل ان دونوں میں سے نہیں لیکن وہ ان دونوں سے بڑھ کے ہے۔⁽¹⁾ برطانوی انداب کے خاتمے پر زمینی حقوق انتہا بدل چکے تھے کہ 1948ء میں ڈیوڈ بن گوریان نے امریکی ایماء پر قیام اسرائیل کا اعلان کر دیا۔

خلافت کے خاتمے میں مغربی و صہیونی فوائد

نوآبادیاتی دور میں آزادی کے وقت کی قائم کردہ سرحدیں اب امریکہ کو پسند نہیں آرہیں جن میں درستی کے لیے مضبوط حکومتیں گرا کر عرب بہار کی انقلابی تحریکیں یا سنی داعش اور شیعہ حوثی ہیسی عسکریت پسند تنظیمیں ابھاری گئیں اور پھر ان کی سرکوبی کے لیے اسرائیل کے گرد پیش کو ملے کے ڈھیر میں بدلنے کی پالیسی وضع کی گئی۔ جنگ عظیم اول میں شکست کے باوجود خلافت عثمانیہ قیام اسرائیل میں مزاحم تھی اور مارچ 1924ء میں سقوط خلافت سے مسلمانوں کی مرکوزیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اتحادیوں کے لیے تب کھلی چھوٹ تھی۔

امریکی دھڑکے سے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرا کرنے کو اپنی کامیابی گردانے تیں۔ امریکی صہیونی مصنف احسان جلتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربوں کو واقعی عرب ریاستوں کی آزادی میں امریکی کردار کا ممنون ہونا چاہیے۔ تمام اقوام کے تشخص کے لیے صدر و لسن کے اقدامات اور امریکہ کی پہلی جنگ عظیم میں شمولیت عثمانی سلطنت کے انهدام کی وجہ بی جس نے عرب دنیا کی آزادی کی تحریک ابھارنے میں مدد دی۔⁽²⁾ امریکہ نے تہییہ کر رکھا ہے کہ اکیسویں صدی صرف اس کے نام کی شمارکی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس کے تھنک ٹینک اسلامی ممالک کی سرحدوں کو خون آلود بتاتے ہیں اور اپنے قومی مفاد کے تحفظ کے لیے اسرائیل کو خطے کی بڑی طاقت دیکھنا چاہتے ہیں۔

اسرائیل کے پیدا کردہ حقیقی انسانی مسئلے کو اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ اس کے ظلم کا شکار مسلمان ہیں جن کا قصور یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کورب مانتے ہیں۔ کر غل پیڑ کا مسلم دنیا کے انسانی یافروزہ وارانہ حصے بخرا کرنے کی تجویز میں یہود مسلم تعلقات میں بہتری کے امکانات سے غفلت کا استدلال یوں ہے کہ امریکی قارئین کے لیے اسرائیل اور اس کے ہمسایوں میں پر امن بقائے باہمی کی امید حساس ترین مسئلہ ہے۔ جس سے ابتداء کرتے ہوئے ماقبل 1967ء کی سرحدوں پر واپسی واحد حل ہے۔ اسے ایک طرف رکھ کے وہ معاملات سمجھاتے ہیں

¹- Al-Faruqi, Dr. Isma'il Raji, Islam and the Problem of Israel, ICE, London, 1980, p25

²- Bard, Mitchel G, Myths & Facts, American Israeli Cooperative Enterprise USA, P:229

جنہیں مطالعہ میں نظر انداز کیا گیا ہے۔⁽¹⁾

صہیونی ریاست کے استحکام میں امریکہ کا قومی مفاد

سرد جنگ کے خاتمے اور خاص طور پر نائن ایلوں کے بعد برطانیہ اور فرانس کی عسکری مشاورت سے امریکہ دنیا کے فیصلے کر رہا ہے۔ جہاں فعال یہودی لابی امریکی خارجہ پالیسی پر کنٹرول رکھے ہوئے ہے۔ ان مفاد پر ستانہ پالیسیوں کو رائے عامہ میں تبیین کے لیے قوی مفاد کا بہانہ حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ ڈینیل ایمن Daniel Byman) اور سارا مولر (Sara Moller) پڑول کی آزادانہ فراہمی، نیو کلیمی عدم پھیلاؤ، دہشت گردی سے نہ ردازماںی، اسرائیلی تحفظ و بقاء اور جمہوریت کی ترقی کو مشرق و سلطی میں امریکی مفادات بتاتے ہیں۔ ایران، داعش اور القاعدہ فی الوقت مذکورہ مفادات کے لیے حقیقی خطرہ ہیں۔⁽²⁾

یہودی لابی واشنگٹن کو اپنا ہمنوا بنا چکی ہے جہاں دلائل دیے جاتے ہیں کہ تین ہزار سال سے یروشلم یہودیوں کی خواہشات کا مرکز رہا ہے تاریخ، ثقافت، مذهب اور لوگوں کے یقین میں کسی اور شہر نے ایسا جاندار کردار ادا نہیں کیا جو یہودیت کی حیات میں یروشلم نے کیا ہے۔ جلاوطنی کی تمام ترصیتوں میں یہودی جہاں کہیں بھی تھے یہ ان کی تاریخ کا مرکزی نقطہ، عظمت، اخلاقی، بجا آوری اور تجدید کی علامت بن کے ان کے دلوں میں زندراہ۔ ان کے قلب و روح نے یہ صورت گری کی ہے کہ اگر آپ ایک سادہ لفظ کو یہودی تاریخ کی علامت بنانا چاہیں تو وہ یروشلم ہو گا۔⁽³⁾

امریکہ میں بیٹھے بزر جمہروں کے دل اسرائیلی مفادات کے لیے تڑیتے رہتے ہیں کیونکہ یہودی لابی انہیں جھانسہ دینے میں کامیاب ہو چکی ہے کہ بھارتی کشمیر کی طرح گولان کی مقبوضہ پہاڑیاں اسرائیل کا اٹوٹ انگ ہیں بصورت دیگر اسے شام کے زیر کنٹرول جیلے جانے والے علاقے سے بکرہ طبریہ میں بننے والے یانی کے معیار و مقدار میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ امور کے ماہرین کے مطابق کسی اسرائیلی حکومت کی طرف سے یرموک سے آب رسانی یا تبادل ذرائع آب کی ضمانت کے بغیر گولان کے علاقے واگزار کرنا قوم کو قبر کے خدشے میں ڈالتا ہے۔ اسرائیل کے ساحل، پہاڑی علاقے اور بکرہ طبریہ تاریخی طور پر اس کے بڑے آبی ذرائع ہیں جن سے اسے اپنی ضرورت سے زیادہ پانی

¹-Peters, Ralph, Bloody Borders, Armed Forces Journal, Michael Reinstein Springfield, June 1, 2006 ,p2

²-Byman, Daniel & Moller,Sara Bjreg, The United States and the Middle East: Interests, Risks and costs, Tobin project, 2016,p1

³-Kollek,Teddy, Jerusalem, Washington Institute for Near East Policy, Washington DC, 1990, p19

ملتا ہے۔ فلسطینی بستیاں اردن کے مغربی کنارے کی بجائے زیادہ تر اندر وون اسرائیل سے پانی لیتی ہیں۔⁽¹⁾

غیر مغربی طاقتوں کی خطے میں دلچسپی پر صہیونی واویلا

قیام اسرائیل کے بعد امریکہ اور سوویت یونین نے فی الفور اسے تسلیم کر لیا جس سے اکثر مسلم ممالک سفارتی تعلقات تک رکھنے کے ہنوز روادار نہیں۔ برنارڈ یوس استشرافتی اور امریکی و کیل صفائی کا حق یوں ادا کرتے ہیں:

”مشرق و سطی میں سوویت اشرونفوڈ کی توسعی اور اس کے ولوہ الگیز جواب نے امریکہ کو اسرائیل کی طرف زیادہ دوستانہ انداز میں دیکھنے کی حوصلہ افزائی دی، جس کو اب ایک بڑی حد تک دشمن خطے میں ایک قابل اعتماد اتحادی تصور کیا جانے لگا تھا۔ آج اس حقیقت کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کے درمیان سڑریمیٹیجک تعلق سوویت دخل اندازی کا سبب نہیں بلکہ نتیجہ تھا۔“⁽²⁾

امریکہ کی غیر معمولی خود اعتمادی نے روس اور چین کو منتبہ کر دیا ہے جن کے مفادات امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ٹکراتے ہیں اس لیے فریقین کی پالیسیاں ایک دوسرے کے رد عمل میں سامنے آتی ہیں۔ عراق اور لیبیا کے عدم استحکام اور طوائف الملوکی کے بعد روس شام کی حکومت بچانے کے لیے بالآخر آگے آیا ہے۔ یہود مسلم تعلقات میں روسی دلچسپی کو اسرائیلی عجیب نظر وہ سمجھتے ہیں کہ ماسکو اپنے قومی سلامتی کے مفادات علاقائی فنکاروں سے مل کر بخوبی پورے کر رہا ہے جس سے روسی قوت اور اثرات خطے میں بذریعہ بڑھ رہے ہیں جو مغرب کے مقاصد کی سہولت یا تحریک کی بجائے مساویانہ درج پر آگئے ہیں۔⁽³⁾

مشرق و سطی سے تو نائی کے حصول اور بین البراعظم شاہراہ ریشم کی خاطر چین علاقے کو پر امن دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے سفارتی ذریعے سے اس نے یہود مسلم تعلقات میں بہتری کے لیے چار نکالی حل پیش کیا ہے جس میں سب سے اہم بات 1967ء کی سرحدوں کے مطابق دوریاستی حل ہے جس میں مشرقی بیت المقدس فلسطین

¹-Bard, Mitchell G. Arab-Israeli Conflict, American-Israeli Cooperative Enterprise, USA, p269

²-یوس، برنارڈ، اسلام کا بحران، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، نگارشات پبلشرز، 2003ء، ص 80

³-Friedman, Brandon, Russian involvement in Syria Geopolitics of the Middle East, Tel Aviv University , Moshe Dayan Center for Middle Eastern and African Studies, 2018, p1

ریاست کا دارالحکومت ہو۔⁽¹⁾ ایسا کوئی بھی حل صہیونیوں کے عزائم میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے اس لیے بچنگ تل ابیب نداکرات کے جتنے بھی دور ہو جائیں اسرائیل امریکی پشت پیچھے چھپ کر انہیں ناکام بنادے گا۔
صہیونی عزم کی مخالفت کو سامت دشمنی سے مسلک کرنا

یہودی دینداری سے مسلمانوں کو دشمنی نہیں ہے۔ مغرب نے فساد کی جڑ کو اینے ہاں سے اکھیر کے فلسطین کے باغ میں لگا دیا ہے جس سے دونوں ادیان کے نام لیوا میدان جنگ میں صفائی پر اتر آئے ہیں۔ ایسے میں بھی معتدل اور متشدد یہودی نقطہ ہائے نظر کی درجہ بندی کی جانی چاہیے۔ اقوام متحده کی سلامتی کو نسل کے مستقل ارکان کو حاصل ویٹو کے حق سے بعض اوقات انصاف پر مبنی اقوام متحده کی قراردادیں سرد خانے میں پڑی رہ جاتی ہیں، جیسے اعلان بالغور کی صد سالہ یہودی خوشیوں کو دوچند کرنے کے لیے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے یروشلم کو اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کر کے اپنا سفارت خانہ وہاں منتقل کرنے کی سرکاری یا لیسی کا اعلان کیا ہے جس سے عالم اسلام میں آمدہ حالات کی سنگینی کا احساس بڑھ رہا ہے۔ نوم چو مسکلی جنیوا کنو نشن کے اعلامیے کے بارے میں امریکی رویے کے بارے میں لکھتے ہیں:

”علمی اعلامیے کی مشہور شق (2) 13 ہے کہ۔ ”ہر شخص کو کوئی بھی ملک چھوڑنے کا

اختیار ہے، بیشوول اس کے اپنے ملک کے۔“ ہر سال دس دسمبر کو حقوق انسانی کے دن

سوویت یونین کی مخاصمانہ مذمت کی جاتی ہے کہ وہ یہودیوں کو ملک چھوڑنے کی اجازت

نہیں دیتا۔ اگلے نظر انداز کردہ جملے ”اور اسے اپنے ملک واپس آنے کا بھی حق ہو گا“ کی

اہمیت 11 دسمبر 1948ء کو یعنی علمی اعلامیے کی منظوری کے اگلے ہی روز اجاگر ہوئی

جب جزل اسپلی نے متفقہ طور پر قرارداد 1948 منظور کی جس کے تحت فلسطینیوں کے

اپنے گھروں کو واپسی، اور اگر وہ نہ آنا چاہیں تو، زر تلافی کی وصولی کے حق کی توثیق کی

گئی۔“⁽²⁾

بنی حام و یافث کی بنی سام سے رقبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں جاری رہ کے سامیت دشمنی کی اصطلاح بن گئی۔ یہود نے یہ ہائی جیک کر کے اپنے ساتھ مخصوص کرالی اور اسے اپنی نشانہ ثانیہ کے صہیونی عزم تک توسعہ دے دی اور اب دیدہ دلیری سے اسے دیگر سامی ادیان کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا

¹-Keinon, Herb, The Jerusalem post, Aug 2, 2017

²-چو مسکلی، نوم، دہشت گردی کی ثقافت، ترجمہ سید کاشف رضا، کراچی، شہزاد، 2003ء، ص: 169

ہے۔ برطانیہ میں سامت دشمنی اور صہیونیت دشمنی کی اصطلاحات کے باہمی ربط اور یکسانیت پر سوال اٹھ رہے ہیں اور باور کر لیا گیا ہے کہ سامت دشمنی یہودی عوام سے متعلق مائل تعصب جاریت ہے۔ صہیونیت مشرق و سلطی میں یہودی ریاست بنانے کی تحریک ہے جو تاریخی اسرائیل سے مشابہت کا اندازے سے حوالہ دیتی ہے اور جدید اسرائیلی ریاست کی مدد کرتی ہے۔ صہیونیت مخالف اسے سامت دشمنی کہنے سے اختلاف کرتے ہیں۔⁽¹⁾ امریکی دانشور نوم چو مسکی کی طرح کئی یہودی صہیونی عزم سے واپسی نہیں رکھتے۔ ایشنازی یہود میں نیٹوری کارٹا جیسی صہیونیت مخالف علمی تنظیم موجود ہے۔ دنیا کا منہ زور سماجی اور سیاسی مسئلہ فلسطین تعاون ہے جس کے بارے میں صہیونیت مخالف یہودی حاخام آمنون اسحاق غیر مقلدانہ مذہبی رائے رکھتے ہوئے یہود کو روادار رویے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ تمام صد اب صحر اثابت ہو رہی ہے کیونکہ اب یہودی حکومت ایریل شیر و ان سے ہوتی ہوئی بنیامن نیتن یاہو جیسے انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسرائیلی خلافت ارضی کے ابدی حق پر یقین کی وجہ سے یہود مسلم تعلقات میں مساوات کو اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے پیشووا سخت رابن کو قومی غدار کے طور پر قتل کر دیا گیا تھا جو بذریعہ شدت پسندی سے امن پسند رہنمابن رہے تھے۔

صہیونیوں کے حق میں الہامی روایات کی مغربی تشریحات

لادین اور روشن خیال مغربی تہذیب کے بنیاد پرست پالیسی سازوں کو سامی ادیان میں مسیح موعود کی الہامی روایات کی اصلاح پسند تشریحات سے صہیونی عزم کی پشتیبانی میں حصہ افزائی ملتی ہے جن کا دائرہ امام مہدی اور دجال کی آخر الزمال کی علامات تک پھیل گیا ہے۔ قرآن کریم میں اہل کتاب کی وحی میں ملاوٹ کا پردہ چاک کیا گیا اور تحریف کرنے والے مذہبی پیشواؤں کی اندر ہادھندبات ماننے کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

مارورڈ لونیور سٹی کے امر کی بائیکلی سکالر Richard Friedman کی تحقیق کا حاصلہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد اسرائیلوں نے کئی موقع یہ مختلف درڑن میں ازسرنو تورات لکھ کے بد عنوانی کی تھی۔⁽²⁾ تاہم مغربی عوام کو من عند اللہ کہہ کے ابھی بھی دھوکے میں رکھا جا رہا ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کے مسیحاء، مہدی کی آمد متوقع ہے جو باسل میں بیان کر دہ اپنی کراست سے یکسانیت رکھتا ہے۔ وہ یہود و نصاریٰ سے جنگ کرے گا، یہود شلم فتح کرے گا اور اس کا حکومتی دورانیہ سات سال ہو گا۔ انہیں چیرانی ہے کہ مسلم معلم مسیح علیہ السلام کو مہدی کی طرح بتاتے ہیں جو مہدی کی اقتداء میں سب کو دائرة اسلام میں لائے گا۔ باسلی معيار

¹ What's the difference between anti-Semitism and anti-Zionism? BBC News Magazine, 29th April 2016.

² Friedman, Richard, Who Wrote the Bible? New York: Harper and Row, 1989

کے مطابق انہیں ایسا یسوع، جھوٹا نبی دکھائی دیتا ہے جو اپنی کرائست کے ساتھ ہو کے بہتوں کو شکست دے گا۔⁽¹⁾

میسیحی شارعین ہر بشارت کو اپنے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ جیسے جھی نبی نے یہوداہ کے ناظم زرباہل سے فرمایا تھا کہ کائناتی شکستگی سے پہلے سلطنتوں کے تحت الٹ دیے جائیں گے، قوموں کی سلطانی کی قوت نابود کر دی جائے گی، سواروں سمیت رتح الٹ دیے جائیں گے، گھوڑے اپنے شاہ سواروں سمیت گر پڑیں گے اور بھائی کی تلوار سے بھائی کا قتل ہو گا۔⁽²⁾ باسلی مفسر اسے میسیحی اولیاء کی یہ متوقع کرامت سمجھتے تھے لیکن پاسٹر سل اس بشارت کو حرج من، فرانسیسی، انگریزی، روسی یا امریکی فوج میں تلاش کرتے ہیں جو فن حرب سے آرستہ اعلیٰ درجے کی نظرم وضبط والی فوج ہے اور الوہی فضل سے بادشاہت کے کائنے کونہ صرف اٹھا پھینکے گی بلکہ اقوام کی شاہانہ جمیعت کا استیصال کر دے گی کیونکہ فصل کی کتابی میں اب چند ایام ہی رہتے ہیں۔ باسلی شجرہ نسب کی تفسیر میں ان کا موقف ہے کہ بنی یافث کو یورپ کے حقیقی آباد کار فرض کیا گیا ہے لیکن ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج کے لشکر کے بارے میں ہماری شناخت اتنی ثابت نہ ہو۔³

اصلاح شدہ یافثی پر ولٹنٹ میں علم آخر الزمان کے باسلی ماہرین ویٹی کن اور یوی کو مذہبی دلائل اور 666 کے ہندسی علم کے چکر میں لا کے اپنی کرائست کہتے ہیں۔ مذہبی تعصب کی طرح خطے کی رقبات میں ایسا ہی امریکی اور یورپی مفکرین کا ایک دوسرے کے بارے میں کہنا ہے۔ ڈاکٹر سفر الحوالی لکھتے ہیں کہ تیلیٹ نے مسیحیوں کے عقائد اور عقول کو بہت متاثر کیا ہے۔ وہ من مانی سے باسلی کی تشریح کرتے ہیں جو یوں ہونی جائے کہ استعمار کے متعدد سینگوں میں سے چھوٹا سینگ اسرائیل ہے جو سر زمین مقدس کو پلید کرنے آیا ہے۔ صہیونیت یہودی اور نصرانی دو چہروں والا درندہ ہے۔ یہودی خاص کر صہیونی دور حاضر میں الحاد اور فساد کے داعی بن کے اٹھے ہیں۔ ان کا یرو شلم یہ قبضہ بر بادی کے مخصوص خیمے کی تنصیب ہے۔ اٹدھانما سلطنت روما گویا مغرب ہے جو اپنا اختیار اس درندے کو دے گا اور ان دونوں کا خدائی غضب کے دن خاتمه کر دیا جائے گا۔

ڈاکٹر سفر الحوالی مختلف میسیحی مکاتب فکر کے تصور آخر الزمان بیان کرتے ہیں۔ آی قیام اسرائیل سے پہلے یعنی انیسویں صدی کے ایک میسیحی مفسر Bates کا ایک قول بیان کرتے ہیں کہ مغربی یورپ

¹- Lavender, Enoch, Rebuilding the temple, 2018, p33

²- جھی نبی: 22:2

³- Russell, Paster, The Battle of Armageddon, Brooklyn, New York, 1897, p162

میں تہذیب، آزادی، روشن خیالی اور ترقی کے انسانی اصولوں کے اشتراک عمل کا نتیجہ منتخب سرز میں میں دابة الارض (Beast) کی حکومت کا قیام ہے جو ظلم، استبداد، الٰم اور خدا کی گستاخی کا سلسلہ ہے۔ آپ مذکورہ مسیحی مفسر کی ایک کتاب کا بار بار حوالہ دے کے اس پر علمی بحث کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اس بحث کو سمیٹتے ہیں۔⁽¹⁾

ہماری رائے یہ ہے کہ اہل کتاب کے آخری نبی ﷺ کو نہ ماننے کی وجہ سے سابقہ کتب اور ان کی تشریحات اسلامی مصادر کی آخری الہامی روشنی کے بغیر محض تباہ ہاتھیں ہیں۔ جہاں کہیں سابقہ منتخب امت یعنی بنو اسرائیل کے حق میں بشارت ملے وہاں بلا تخصیص اہل ایمان کو رکھ کے دیکھا جائے تو تحقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سرحد کی ایک جانب نفاق، بد امنی اور تخریب کاری کرائے دوسرا طرف چین کی نیند سونے کا حل آسمانی گرفت کی صورت میں سامنے آئے گا۔ تب تک اصحاب کہف کی مانند پہاڑ ایمان بیجانے کے موربیجے ہیں جن سے مسلمان غفلت کر کے باہم دست بگریاں ہیں۔ اسی طرح سب سے بڑے یعنی دجال کے فتنے سے بچنے کے لیے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کا نبوی حکم ہے۔ جس میں مسلمانوں کو بشارت جبکہ مسیحیوں کو ابنتی مسیح، لاعلمی، جاہلانہ ورلڈ آرڈر اور جھوٹ کی وجہ سے خوفناک تنبیہ کی گئی ہے۔

مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور صہیونیوں کو قرآنی مہلت سے فائدہ اٹھا کر فساد سے احتراز کرنا چاہیے قبل اس سے کہ باب لد پر جھوٹا مسیح پھے مسیح کے نیزے کا شکار ہو۔ اہل کتاب شہیے کا شکار ہوئے تھے اب مظلوموں کا مسیح اراج کرتا دیکھ کے یا جوں ماجون یہود کے ہاتھوں اسے مصلوب کرنے کی تاریخ دہرانا چاہیں گے۔ جس معبد نے اصحاب کہف کو چھپائے رکھا ہے وہ قادر ہے کہ اپنے نبی کو آسمان پر لے جانے کی بجائے دوسرا بار مشرق وسطی کے پہاڑ پر چھپا دے۔ آسمانوں پر تیر بر سانے والے مسیح علیہ السلام کی بد دعا سے ہلاک کر دیئے جائیں گے جن کے ہتھیار مال غنیمت کے طور پر ان کے ہاتھ لگیں گے جن پر اس سے پہلے ہمیشہ دوسروں کو ترجیح دی گئی تھی۔ یہ ہتھیار نجات یانے والوں کے لیے ایک طویل عرصے تک ایندھن کا کام دیں گے۔

جمی کارٹر سیکولر امریکہ کی مشرق وسطی میں یا لیسی پر کچھ مسیحی بنیاد پرستوں اور ان کے نظریات کے بھرپور اثر پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے مذہب اور حکومت کا عجیب امتحان دیکھتے ہیں۔ جنہیں بائل کی پیشگوئی پوری کرنے کے لیے یقین ہے کہ Rapture (نزول مسیح کا پر مسرت

¹-الحوالی، ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمن، روز غضب، ترجمہ حامد کمال الدین، مطبوعات ایقاظ، لاہور، س، ن، ص: 123، 129.

لمح) کی جلد آمد ان کی شخصی ذمہ داری ہے۔ جن کے ایجادے میں مشرق و سطھی میں اسلام کے خلاف جنگ کرنا اور یہودیوں کا ساری ارض مقدس کو چھین لینا شامل ہے جہاں سے مسیحیوں سمیت تمام غیر یہودیوں کو نکال دیا جائے گا۔ پھر کافر(Anti-Christ) اس علاقے کو فتح کر لیں گے اور مسیح آخری فتح یائے گا۔ انہیں حیرانی ہے کہ چند اسرائیلی لیڈروں نے یہودیوں کی آخری مصیبت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس امداد کو قبول کر لیا ہے۔⁽¹⁾

مغربی و صہیونی تلبیں اسلامی علم آخر الزماں کی تحقیقات کی عصری ضرورت و اہمیت کو بڑھادیتی ہے۔ اسی لیے شیخ عمران حسین بجا کہتے ہیں کہ صہیونی مسلسل تحریف شدہ متون کے حوالے دیتے ہیں اور حلت و حرمت اپنے ہاتھ میں لے کے سیاسی و معاشری شرک میں مبتلاء ہیں۔ وہ نیل سے فرات کے پانیوں تک اسرائیل بنانے کے لیے یہودیوں کے جذبات ابھارتے ہیں جس کا دار الحکومت یہودیوں شتم ہو۔ شر لاک ہومز اور جیمز بانڈ کے جھوٹے کردار کھانے والی مغربی تہذیب کی اویں عالمی سپریا اور برطانیہ نے لارنس آف عربیہ سے دجالی جساسہ⁽²⁾ کا کام لیا جس سے عرب دھوکہ کھا گئے۔ قادیانی متبیت اور تحریک نسوں اسی تہذیب کے دوسرے جھانسے ہیں۔

اس تہذیب کی دوسری عالمی سپریا اور، امریکہ صہیونی استیصال میں شریک ہے جس سے تمام عربوں کی آزمائش بڑھ گئی ہے۔ اسرائیل گلیلی کا پانی فطری آمد سے زیادہ خرچ کر کے ختم کرنا چاہتا ہے تاکہ خطے کو اپنے پلانٹوں سے صاف کر دے پانی کا محتاج بنائے اور یوں عرب اسے اور اس کے معبدوں دجال کومن لیں۔ صلیبی جنگجوؤں کی طرح مادہ پرست یہودیوں کو ارض مقدس سے کیا گا وہے؟ مستقبل میں امریکہ کی کاغذی کرنی کو ناکام کر کے وہ خود یہودیوں سے دنیا پر حکومت کریں گے۔ اپنی دینی بد عنوانی اور قلبی اندرھاپن کی وہ الوہی و عید کے مطابق سزا

¹-کارٹر، جی، امریکہ کا اخلاقی برجام، 2006ء، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، دارالشور، 2006ء، ص 112

²-حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ حضرت تمیم داری اور ان کے ہمراپ کشتی سواروں کو بعلم الٰہی طویل سمندری طوفان کے ذریعے ایک ماہ کی مسافت سے ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچا دیا گیا جہاں دیوبیکل دجال مقید ہوا۔ انہیں ساحل پر دجال کی جساسے سابقہ پڑا جس کے جسم پر بال تھے اور اس کے آگے پیچے کی اور صفائی شناخت بہت مشکل تھی۔ عند الملاقات دجال نے نبی اکرم ﷺ پر عربوں کے ایمان لانے کو ان کے حق میں بہتر بتایا اور دیگر علامات کے علاوہ بجیرہ طبریہ کی خشکی کو اپنے خروج کی علامت بتایا۔ (صحیح مسلم، ترجمان السنۃ، 4:114)

پائیں گے اور اپنے دجالی معبد سمیت زمیں بوس ہو جائیں گے۔⁽¹⁾

تہذیبی تصادم کے خدشات کا سدباب

سیموئیل یہ ہندستان دنیا کی بڑی تہذیبوں کے درمیان عالمی جنگ کا اندریشہ رکھتے ہیں جو ان کے مابین تقسیمی خط کی جنگ سے شروع ہو سکتی ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ایک طرف مسلم ہوں گے اور دوسری طرف غیر مسلم کیونکہ مسلمانوں کی مرکزی ریاستیں اپنے ہم مذہبوں کو مدد فراہم کریں گی۔⁽²⁾ مغربی دانشور کو مظلوموں کی عالمی حمایت کی بات کرنا جائیے تھی تاکہ صفت بندی کا موقع نہ آئے۔ انہوں نے امت مسلمہ کی طاقتوں کے لیے مرکزی ریاستوں کی اصطلاح بیان کی ہے جو جنگ ہائے عظیم میں اتحادیوں کا مقابلے پر شکست کھانے والوں کے لیے کہی جاتی ہے۔ اس طرح کی تقسیمی خطوط کی مہربانی نوآبادیاتی نظام نے جاتے جاتے مغربی تصور ملت کے تحت کی تھی جسے اسرائیلی مفادات کے مطابق پھر سے سدھارنے میں امریکہ مگن ہے جب کہ خود مغرب تقسیمی خطوط مٹا کے متحده یورپ بنارہا ہے۔

یہود مسلم تعلقات کی کشیدگی سے مشرق و سطی آتش فشاں کا دہانہ دکھائی دیتا ہے جس سے لا وہ پھٹ پڑنے سے پہلے بچاؤ کی تدبیر کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک چنگاری بھڑک کر پورے کرہ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دور بیٹھ کر الاؤ کی تپش لینے والے امن عالم کے ٹھیکیدار بانسری بجائے والے نیر و بن جائیں یا ہنوز دلی دور است کہتے مدد ہوش ہی نہ رہ جائیں اور صہیونی، بھارتی، سربی یا بر می آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔

اسرائیل کی دیدہ دلیری عراق و شام کے ایسی پروگراموں کی تباہی ہے۔ اسرائیلی نیو کلیانی صلاحیت کے رد عمل میں شمالی کوریا کے تعاون سے شام خفیہ تحقیقی ری ایکٹر پر کام کر رہا تھا کہ ستمبر 2007ء میں اسرائیلی ہواںی شب خون کام دکھا گیا۔ کئی عرب ریاستیں سامنے اور صنعتی ڈھانچے اور ماہرین کے انسانی سرمایہ کی عدم موجودگی کے باوجود بطور کریش پروگرام نیو کلیسٹر پروگرام کا قیام چاہتی ہیں۔³ اسرائیل کے اپنے ہمسایوں سے تعلقات کی نوعیت شروع سے بہت حساس ہے۔ گولان شام کے پاس تھا جبکہ مغربی کنارہ اردن کے۔ اسی طرح غزہ کی پٹی اور صحرائے سینا کا کنٹرول مصر سنبھالے ہوئے تھا کہ 5 جون 1967ء کو اسرائیل نے حملہ کر دیا۔ اس نے عرب

¹-Hosein, Imran N. Jerusalem in the Qur'an, Masjid Dar al Qur'an, Long Island, New York, 2003 P142

²- ہندستان، سیموئیل پی، تہذیبوں کا تصادم، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، مثال پبلشگ، 2003ء، ص 368

³- Riedel, Bruce & Gary, Samore, Managing Nuclear Proliferation in the Middle East, Brookings institute, 2005, p96

فوجوں کو چھے دنوں میں کھو کھلا کر دیا اور دو بلین ڈالر کے مصری عسکری ساز و سامان کو تباہ کر دیا۔⁽¹⁾ امریکی اشیر باد سے اسرائیل ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط تر ہو رہا ہے اور اس کے ہمسائے کمزور۔ نیز مشرق و سطحی عالمی طاقتوں کی پراکسی جنگ کا اکھاڑا بنا ہوا ہے۔ پہلے بھی 1956ء کی سویز جنگ میں فرانس اور برطانیہ کی عالمی طاقتیں اینے نو آبادیاتی دور کے جیے آرے مفادات کے تحفظ میں اسرائیل کے شانہ بشانہ تھیں۔ کیرن آر مسٹر انگ عالمی طاقتوں کی حکمت عملی کے یہود مسلم تعلقات پر اثرات کے بارے میں لکھتی ہیں:

”اسرائیل مشرق و سطحی میں امریکہ کی کلانچٹ ریاست نہیں رہا بلکہ وہ وہاں امریکی پالیسی کا تعین کرنے لگا۔ اس سپر پاور کی پشت پناہی سے اسرائیل عرب جملے سے محفوظ ہو گیا۔ امریکہ نے اسے فوجی اعتبار سے تمام عرب ریاستوں سے زیادہ طاقتور بنانے کا عہد کیا۔ برطانیہ اور فرانس کا اثر ختم ہو جانے کے بعد مشرق و سطحی میں ان کی جگہ امریکہ نے لے لی تھی۔“⁽²⁾

تہذیبی تصادم کے عالمی منظر نامے میں بین الادیان منقی رجحانات میں کمی کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ تصادم کی ہنگامی حالت سے بچنے کے لیے اور تعلقات میں عادلانہ پیشرفت و بہتری کے لیے نبی کریم ﷺ نے وحدانیت کی مشترکات پر توجہ مرکوز رکھنے کا الوہی پیغام دیا ہے کہ اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف آجائو جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہیں بنائے گا۔⁽³⁾

¹- Oren, Michael B. Six Days of War: June 1967 and the making of the Modern Middle East, New York: Oxford University Press, 2002, p 305

²- آر مسٹر انگ، کیرن، مقدس جنگ، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، نگارشات پبلشرز، 2006ء، ص 149

³-آل عمران: 64